تعارف

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس وسیع کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کا شرف عطا فرما کر اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کیا اور اسے خلافت ارضی کا منصب جلیلہ سونپا۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں، لیکن انسان کو جس نعمت خصوصی سے نوازا گیا ہے وہ انبیاء کرامؑ کے ذریعہ اس کی ہدایت کا سامان ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جہاں اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کا اعلان فرمایا وہاں اہل ایمان کو اپنا یہ احسان بھی یاد دلایا کہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ اور اس احسان کی تفصیل میں ارشاد فرمایا کہ اس آخری رسولؐ کے ذریعہ اللہ کی اس نعمت سے مستفید ہونے کی ایک صورت یہ مقرر کی کہ اللہ کا رسولؐ ان کا تزکیہ باطن اور ان کی روحانی تربیت کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ اپنے جلیل القدر شاگردوں یعنی صحابہ کرامؓ کی اس طرح تربیت کی اور تزکیہ باطن کے وہ نمونے پیدا کئے کہ رہتی دنیا تک ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جس طرح تعلیم کتاب اور تدوین شریعت کا یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ کی جماعت سے آگے منتقل ہوتا چلا آیا اسی طرح تزکیہ باطن اور روحانی تربیت کا طریقہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور اکرمؐ سے سیکھ کر آئندہ نسلوں کو پہنچایا اور مختلف ادوار کے تقاضوں کے مطابق تدوین حدیث وفقہ کی طرح تزکیہ وتربیت کے پہلو کی تدوین بھی منظم صورت میں عمل میں آئی۔ صحابہ کرامؓ جہاں جہاں بھی گئے یہ روشنی اپنے ساتھ لے گئے اور

انہوں نے اس سے قلوب انسانی کو منور فرمایا۔ بعد میں جب دین کا یہ پہلو منظم ہوا تو مذاہب فقہ کی طرح تربیت وتزکیہ کے بھی چار بڑے سلسلے ہمارے ہاں رائج اور مقبول ہوئے۔

اپنی طرف سے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا اور اسے جزو دین بنانا جس کی اصل خیر القرون میں نہیں ملتی وہ بدعت ہے اور یہ بہت بری اور ناپسندیدہ چیز ہے۔ جو چیز بوجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود تھی وہ سنت ہے اور جو حکم بوجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود نہ تھا وہ بدعت ہے۔ اصطلاح اصول فقہ میں وجود شرعی اسے کہتے ہیں جو بغیر بیان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم نہ ہو سکے اور حس وعقل کا اس میں دخل نہ ہو، اس شے کا وجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اور بیان پر ہی موقوف ہوگا پھر بیان میں خواہ صراحت ہو اشارۃً یا دلالۃً ہو یعنی بیان کی کوئی فرع پائی گئی تو اس حکم کا جواز ثابت ہوگا اور اس حکم کا وجود شریعت میں آگیا خواہ اس وقت اس حکم کی جنس بھی خارج میں موجود نہ ہو، چہ جائیکہ اس کا جزیہ ضروری ہو۔ پس جس حکم کا جواز کلیۃً ثابت ہو گیا وہ حکم تمام جزئیات ثابت ہوگا، خواہ اس کا کوئی جزیہ بوجود خارجی قرون ثلاثہ میں موجود ہو یا نہ ہو اگر اس کلیہ کا کوئی جزیہ قرون ثلاثہ کے بعد خارج میں وجود میں آیا وہ سنت میں داخل ہوگا۔ بدعت نہ ہوگا۔

اذکار واشغال جن کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہو اور ان کی جزئیات مشائخ نے اس اصل سے اخذ کی ہوں وہ داخل سنت ہوں گی، کیونکہ وسائل وذرائع حکم مقاصد میں داخل ہیں۔ تعلق باللہ، نسبت باللہ اور توجہ الی اللہ سب مامور من اللہ مامور بہ ہیں اگرچہ کلی مشکک ہے جس کا ادنی درجہ مندوب ہے اور اعلی درجہ فرض ہے اور سینکڑوں آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے ان کا مامور من اللہ ہونا ثابت ہے۔ اذکار کا اصل مقصد تعلق مع اللہ اور توجہ الی اللہ ہے، جس طریقہ سے حاصل ہو اختیار کرنا فرض کے حکم میں داخل ہوگا۔

علمائے مجتہدین نے اپنے خداداد علم و ذہانت سے قرآن و سنت پر غور و خوض کر کے جو فقہی مسائل استنباط کئے وہ اجتہاد ہے۔ مجتہدین میں چار مشہور ہیں جن کے پیرو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(۱) امام اعظم ابو حنیفہؒ (۲) امام احمد بن حنبلؒ (۳) امام مالکؒ اور (۴) امام شافعیؒ

روحانی قوت سے روحانی تربیت کا کوئی طریقہ بتایا اور تربیت کی تو انہیں شیخ طریقت کہتے ہیں۔ مجتہدین تصوف بھی مجتہدین فقہ کی طرح بہت ہوئے مگر چار روحانی سلسلے مشہور اور رائج ہوئے۔

(۱) قادریہ (۲) چشتیہ (۳) سہروردیہ اور (۴) نقشبندیہ

چار فقہی مسالک اور چار روحانی سلسلوں کو ملا کر ظاہری و باطنی اصلاح (اجتہاد و ارشاد) کا جو نظام بنتا ہے اسے مسلک اہلسنت والجماعت کہتے ہیں۔ نبوت کا ظاہری اور عملی پہلو چار فقہی مسلکوں نے اور نبوت کا روحانی اور باطنی پہلو چاروں روحانی سلسلوں نے سنبھال لیا اور اس طرح امت مسلمہ علوم نبوت اور انوار نبوت کی وارث وامین ٹھہری۔

سلاسل تصوف اور ان کے عالی مقام مشائخ عظام کے طریق کار اور مقصد پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان سب بزرگان کرام کا مقصد توحید رضائے باری تعالیٰ کا حصول اور تزکیہ نفوس انسانی ہے اور ہر سلسلہ میں اس کا مدار اتباع سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ، کثرت ذکر الٰہی اور صحبت شیخ پر ہے صوفیہ کرامؒ کے ہاں تعلیم و ارشاد اور تزکیہ و اصلاح باطن کا طریقہ القائی اور انعکاسی ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ فرماتے ہیں "تصوف کا تعلق احوال سے ہے زبان سے بیان کرنے کی چیز نہیں"۔ اس راہ پر چلنے اور اس میں ترقی کرنے، شیخ سے اخذ فیض اور حصول توجہ کے لئے اعتماد علی الشیخ نہایت ضروری ہے۔ توجہ،

تصرف، ہمت اور جمع خاطر اس سلسلہ کی خاص اصطلاحات ہیں جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں۔

صحیح اسلامی تصوف کے خدوخال کا تعین اور اس کی حقیقت سے علمی حلقوں کو روشناس کرانا نہایت ضروری ہے۔ اللہ اور بندے کے درمیان علاقہ قائم رکھنے والی چیز اعتصام بالکتاب والسنۃ ہے، یہی مدارِ نجات ہے۔ قبر سے حشر تک اتباع کتاب وسنت کے متعلق ہی سوال ہوگا، یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرامؒ نے شیخ یا پیر کے لئے کتاب وسنت کا عالم ہونا لازم قرار دیا ہے، اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہوا آئے مگر اس کی عملی زندگی کتاب وسنت کے خلاف ہے تو وہ ولی اللہ نہیں بلکہ جھوٹا ہے، شعبدہ باز ہے کیونکہ تعلق باللہ کے لئے اتباعِ سنت لازمی ہے۔ كَمَا قَالَ تَعَالٰى قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ "آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے"۔

تصوف دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن حکیم میں اسے تقویٰ، تزکیہ اور خشیۃ اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں اسے احسان سے موسوم کیا گیا ہے اور اسے دین کا ماحصل قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل حدیث جبرئیلؑ میں موجود ہے مختصر یہ کہ تصوف، احسان، سلوک اور اخلاص ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں، جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جَآءَ جِبْرِيْلُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ یہ دین کا جزو ہے کوئی شے زائد نہیں ہے نہ دین سے خارج ہے اس لئے اس کا حاصل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ احسان صرف جزو دین ہی نہیں بلکہ دین کی روح ہے اور خلاصہ ہے جس نے اسے حاصل نہ کیا اس کا دین ناقص رہا کیونکہ احسان کی حقیقت یہ بیان ہوئی ہے کہ تَعْبُدَ

رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ حدیث میں دین کے تینوں اجزاء کا ذکر ہے۔ ۱۔ ایمان جو اصل ہے ۲۔ اعمال جو فرع ہیں اور ۳۔ احسان جو ثمرہ ہے۔ اسے چھوڑ دینا ایسا ہے جیسے ایک شخص مغرب میں فرض کی دو رکعت پڑھ کر فارغ ہو جائے ظاہر ہے کہ اس کی نماز نہ ہوگی اسی طرح احسان کو چھوڑ دینا دین کے ایک عظیم جزو کو ترک کرنا ہے اس لئے دین ناقص رہ جائے گا۔ ذکر کثیر جو تمام اوقات کو شامل ہے اور صبح شام کرنے کا مامور من اللہ ہونا نصوص قرآنی اور حدیث نبویؐ سے ثابت ہے تو یہ ذکر کرنا بھی عمل بالکتاب والسنۃ ہے ان کو ایک دوسرے سے جدا کیوں سمجھا جائے۔ حدیث جبرئیلؑ سے ظاہر ہے کہ عقائد (ایمان) اور اعمال (اسلام) کے علاوہ بھی دین کا ایک حصہ ہے جس کا پورا کرنا اور اس فرض کو بجالانا ضروری ہے، جسے احسان کہا گیا ہے اصطلاح میں اس کو تصوف کہتے ہیں انسان کامل طور پر عامل بالکتاب والسنت ہو ہی نہیں سکتا جب تک ذکر کثیر بالعموم اور صبح و شام بالخصوص اہتمام سے نہ کرے۔

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور دعوت الی اللہ کے تین اہم اور بڑے اصول ہیں جن کی طرف امت کو بلایا جاتا ہے ان میں سے اول صحت و اصلاح عقائد ہے۔ پھر فرمایا: اول توحید، رسالت، قیامت وغیرہ اصولی مسائل کو متکلمین نے بیان فرمایا ہے، دوم فروعی مسائل، صحیح عمل، طاعات جو ذریعہ قرب خداوندی بنتی ہیں اور وہ احکام جن کا تعلق ضروریات زندگی سے ہے ان کو فقہائے امت نے بیان فرمایا ہے۔ سوم اخلاص و احسان جو بدن کے لئے روح کی مانند ہے یا جیسے معانی کا تعلق الفاظ سے ہے۔ اخلاص و احسان روح دین ہیں ان کو بیان کرنا عارفین صوفیہ نے اپنے ذمہ لگایا ہے۔ (تفہیمات الٰہیہ جلد اول)

اہل فن نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

ھو علم تعرف به احوال تزكية النفوس و تصفية الاخلاق و تعمير الظاهر والباطن لنيل السعادة الابدية و تحصل به اصلاح النفس و المعرفة و رضاء الربة

"تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفوس اور تصفیہ اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں تاکہ سعادت ابدی حاصل ہو نفس کی اصلاح ہو، اور رب العالمین کی رضا اور اس کی معرفت حاصل ہو اور تصوف کا موضوع تزکیہ، تصفیہ اور تعمیر باطن ہے اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے"۔

تصوف اسلامی اصول دین سے ہے اور یہ عبارت ہے خلوص و احسان سے اور بغیر خلوص نہ توحید ہے نہ ایمان و عمل، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ "اہلسنت کا مدار شریعت و طریقت پر ہے انہی دونوں باتوں کو موقع ریاست اور بزرگی کا سمجھتے ہیں"۔ اہلسنت اور صوفیہ محققین نے تصوف اور عقیدۂ تصوف کو کتاب و سنت سے وراثۃً پایا ہے اس میں سلف سے خلف تک یکسانی کے ساتھ متفق رہے ہیں یہ صوفیاء کرام کا اجماعی مسلک ہے۔ ہاں وقتاً فوقتاً جو خرابیاں اس میں پیدا ہوتی رہیں محققین اس کی اصلاح کرتے رہے۔

تصوف و سلوک تواتر سے ثابت ہے اور اتنی بڑی جماعت کا تواتر ہے جو علم و عمل، زہد و تقویٰ، اور خشیت اللہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی ایسی اور اتنی بڑی جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہے

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "المنقذ من الضلال" (خود نوشت سوانح) میں فرماتے ہیں۔

" ان سيرتهم احسن السيه و طريقتهم اصوب الطريق، و اخلاقهم ازكى الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء و حكم الحكماء و علم

الواقفين على اسرار الشرع من العلماء ليغيروا شيئا من سيرهم و اخلاقهم ه يبدلوه بما هو خير منه لم يجدوا اليه سبيلا و ان جميع حركاتهم و سكناتهم فى ظاهرهم و باطنهم من نور مشكوٰة النبوة وليس وراء نورالنبوة على وجه الارض نورٌ ليهتدى به۔"

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی فن میں مہارت نہیں رکھتا اسے اس فن اور اہل فن پر تنقید کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فلاسفہ جنہیں اپنے علم و تحقیق پر بہت ناز ہے جب تصوف پر بحث کرتے ہوئے مسئلہ کشف پر آتے ہیں تو ان کے لئے اس عاجزانہ اعتراف کے بغیر اور کوئی راستہ نہیں ملتا کہ

هذا طور و سماء طورالعقل لا يدركه الاصحاب قوة القدسية

تصوف و سلوک کی خصوصیت منازل سلوک اور مقامات سلوک طے کرانا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ شیخ کامل کی توجہ ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"الطريقة هى أكسيرة المختصة بالسالكين الى الله تعالىٰ من قطع المنازل و التوقى الى المقامات" (شامی ۴:۲۳۹)۔

تصوف و سلوک کی راہ میں شیخ کامل کی رہبری کے بغیر چلنا محال اور قرب الٰہی کی منازل تک پہنچنا ناممکن ہے۔ امام رازیؒ نے اهدنا الصراط المستقيم کی تفسیر میں فرمایا: و فى هذا لبدل اشارة ان الصراط المستقيم لا يتاتى بدون متابعة اهل الصراط المستقيم ولا يكفى خيرالزبر والاوراق۔ و هذا يدل علىٰ ان المريد لا سبيل له الى الوصول الى مقامات الهداية

والمكاشفة الا اذا اقتدى بشيخ يهديه الى سواء السبيل و ينجيه من مواقع الاغاليط والاضلال۔ و ذلک لان النقص غالب على أكثر الخلق و عقولهم غير وافيه بادراك الحق و تمييز الصواب عن الغلط فلا به من كامل يقتدى به الناقص حتى يتقوى عقل ذلک الناقص بنور عقل ذلک الكامل مخينئذ يصل الىٰ مدارج السعادة و معارج الكمال۔

”اس بدل میں اشارہ ہے کہ انسان صراط مستقیم پر نہیں چل سکتا جب تک اس راہ پر چلنے والے سابقہ لوگوں کی اتباع نہ کرے۔ اس راہ پر چلنے کے لئے صرف کتابوں کی ورق گردانی کافی نہیں اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ مرید طالب کے لئے ہدایت کے مقامات اور مکاشفات تک پہنچنے کا اس کے بغیر کوئی ذریعہ نہیں کہ کسی شیخ کامل کی اقتداء کرے جو اس کی رہنمائی کرے گا اور اسے غلطیوں اور گمراہیوں سے بچائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ نقص اکثر مخلوق پر غالب ہے اور صرف عقول انسانی کے بس کی بات نہیں، لہٰذا یہ ضروری ٹھہرا کہ شیخ کامل کی تلاش کرے اور اس کی اقتداء کرے تاکہ اس ناقص کی عقل کامل کے نور عقل سے کامل بن جائے اور ناقص سعادت کے مدارج اور کمال کے اوج تک پہنچ سکے“۔

میں تصوف کو جز و دین اور روح دین سمجھتا ہوں اور تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ جسے سلوک سیکھنا ہو بندہ کے پاس ان شرائط کے ساتھ رہے جو میں پیش کروں گا انشاءاللہ تعالیٰ یہ دکھا دوں گا کہ روح سے فیض کیسے حاصل کیا جاتا ہے وہ شخص روح سے کلام کرے گا۔ قبر کے عذاب و انعام کو دیکھ لے گا۔ انبیاء علیہ السلام کی ارواح طیبہ سے ملاقات کرے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک پر روحانی بیعت کرا دوں گا۔ بشرطیکہ وہ شخص متبع سنت ہو اور

خلوص سے لے کر آئے کوئی غرض فاسد نہ رکھتا ہو، طلب صادق ہو، نکتہ چینی اور امتحان مقصود نہ ہو۔

عزیز من! طلب صادق کا فقدان ہے عوام کا تو ذکر ہی کیا؟ علماء بھی اس کی ضرورت کے احساس سے محروم ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ علما کا کہنا یہ ہے کہ ظاہر شریعت پر عمل کر لینا کافی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تزکیہ باطن کے بغیر شریعت پر کما حقہ عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے الہ ظاہری کی نفی تو ہو گئی مگر جب تک تزکیہ نفس نہ ہوگا، الہہ باطنیہ کی نفی نہ ہو سکے گی۔ علمائے ظاہر حلال و حرام بیان کر سکتے ہیں مگر حلال و حرام میں تمیز نہیں کر سکتے کیونکہ اس کا انحصار نور بصیرت پر ہے اور وہ ناپید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سمجھنے کے لئے انسان کو تین قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ ۱۔ وہم ۲۔ عقل اور ۳۔ نور بصیرت۔ عقل کے مقابلے میں وہم ہیچ ہے اور نور بصیرت کے مقابلے میں عقل کوئی چیز نہیں، عالم ظاہر بیں نور بصیرت سے محروم ہے۔ یہ دولت انبیاء علیہم السلام کے ہاں سے ان کے صحیح ورثاء علمائے ربانیین، صوفیائے عارفین کو ملی ہے یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے جو القاء اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ کتب تصوف سے نشان راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ حالات، واردات، کیفیات اور روحانی ترقی کے لئے مراقبات کتابوں سے سیکھنے کی چیز نہیں، کیونکہ واضع نے ان کے لئے الفاظ وضع نہیں کئے۔ یہ کمالات شیخ کامل کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں۔ شیخ کے باطن سے اور اس کی روح سے حاصل ہوتے ہیں جس نے ولایت و معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا۔

شیخ کامل کی پہچان:

شیخ کامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ

۱۔ عالم ربانی ہو کیونکہ جاہل کی بیعت ہی سرے سے حرام ہے۔

۲۔ صحیح العقیدہ ہو کیونکہ فساد عقیدہ اور تصوف و سلوک کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ متبع سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو، کیونکہ سارے کمالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوتے ہیں۔

۴۔ شرک و بدعت کے قریب بھی نہ جائے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے اور بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔

۵۔ علم تصوف و سلوک میں کامل ہو کیونکہ جس راہ سے واقف نہ ہو اس پر گامزن کیسے ہو سکتا ہے۔

۶۔ شاگردوں کی تربیت باطنی کے فن سے واقف ہو اور کسی ماہر فن سے تربیت پائی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی تعلق قائم کردے جو بندے اور خدا کے درمیان واحد واسطہ ہیں۔

اس ناچیز کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً اپنے ہاتھ پر بیعت طریقت بھی نہیں لی صرف تعلیم دیتا ہوں (لیکن اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اور مشائخ کی اجازت سے ظاہری بیعت بھی لی جاتی ہے تاکہ وہ لوگ جن میں اعلیٰ استعداد نہ ہو وہ بھی اس سلسلہ کی برکات سے محروم نہ رہیں)۔ اور ابتدائی منازل سلوک طے کرا کے دربار نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں پیش کر دیتا ہوں جو تمام جہانوں کے پیر ہیں۔ صرف زبانی جمع خرچ کافی نہیں کہ پیر صاحب فرمادیں کہ لو تمہیں دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا دیا بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ سالک خود مشاہدہ کرے کہ منازل سلوک طے کر رہا ہے اگر کوئی مدعی دربار نبوی تک رسائی نہیں رکھتا پھر بیعت لیتا ہے، تو وہ دھوکہ باز ہے ماخوذ ہوگا، پس کامل و ناقص کی یہی پہچان ہے خوب سمجھ لو۔

دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی تصوف و سلوک کے مقامات میں سے ایک مقام ہے جہاں سے سلوک کے اعلیٰ مقامات کے لئے فیض ملتا ہے ظاہر ہے کہ جو شیخ اس مقام تک رسائی نہیں رکھتا پھر بھی سلوک طے کرانے کی بیعت لیتا ہے وہ دھوکہ باز نہیں تو اسے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: (تفسیر مظہری ۱۰: ۲۳)

"ومن ھھنا قالت الصوفیہ ان فنا القلب الذی یحصل الصوفی بالجذب من اللہ تعالیٰ بتوسط النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والمشائخ لوارادوا واحدا ان یحصل لہ بالعبادات والریاضات من غیر جذب من الشیخ فانما یحصل لہ فی زمان کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ و اذ لم بقاء احد بل بقاء الدنیا الی ھذہ المدۃ ظھر ان الوصول الی اللہ تعالی من غیر جذب منہ تعالیٰ بتوسط احد من المشائخ کما ھوالمعتاد و بلا توسط روح رجل کما یکون لبعض الاویسین من الافراد"۔

"اس بناء پر صوفیہ کرامؒ نے کہا ہے کہ فنائے قلب جو صوفی کو حاصل ہوتی ہے اس کے قلب کا جاذب اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور یہ جذب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے یا شیخ کے واسطے سے ہوتا ہے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ یہ جذب بغیر توسط شیخ کے عبادت و ریاضت سے حاصل ہو جائے تو اس کے لئے پچاس ہزار سال کی مدت درکار ہوگی تو اتنی عمر نہ کسی ایک شخص کی ہوسکتی ہے نہ اہل دنیا کی تو ظاہر ہوا کہ یہ جذب و وصول الی اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہوتا ہے جس کا ذریعہ شیخ ہی ہوسکتا ہے۔ یہ جذب روح سے اخذ فیض کے ذریعہ ہوگا جیسا کہ

سلسلہ اویسیہ والوں کو ہوتا ہے۔

تربیت وتزکیہ روحانی میں یہ ایک نہایت ہی رفیع مقام ہے جہاں سالک کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے اکتساب فیض کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور اسے ایک "ربط" نصیب ہوتا ہے اسی ربط کو اصطلاح صوفیہ میں اویسیت سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ نعمت متفرقہ سلاسل تصوف میں صرف قسمتی حضرات کو بالعموم حاصل ہوتی ہے مگر بفضلہ تعالیٰ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں:

اول تا آخر ہر قسمتی

آخر ما حبیب تمنا تہی

سلوک کی اعلیٰ منازل جذب کے بغیر طے نہیں ہوتیں اور اس کے لئے واحد واسطہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ قائم کرنے کے لئے شیخ کامل کی ضرورت ہے جو سالک کو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا سکے۔ یہ منازل صرف زبانی اوراد و وظائف سے حاصل نہیں ہوتے یہ قلب اور روح کا معاملہ ہے اور صرف ذکر لسانی سے تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن نہیں ہوتا بلکہ ان منازل کے حصول کے لئے دوسری شرائط ہیں۔ سب سے پہلے اصلاح قلب کی ضرورت ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ذکر قلبی کثرت سے کیا جائے، اتباع سنت اور اتباع شریعت کا اہتمام کیا جائے۔ اصلاح قلب ایسا کمال ہے جو شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

مولوی ہرگز نشد مولائے روم　　　　تا غلام شمس تبریزی نشد

منازل سلوک:

جب سالک کے لطائف منور ہو جائیں اور اس میں مزید استعداد پیدا ہو جائے تو شیخ کامل اسے

سلوک کی منازل اس ترتیب سے طے کراتا ہے۔ اول استغراق اور رابطہ کرایا جاتا ہے پھر مراقبات ثلاثہ پھر دوائر ثلاثہ، پھر مراقبہ اسم الظاہر والباطن، پھر سیر کعبہ، سیر صلوٰۃ اور سیر قرآن اور اس کے بعد فنا فی الرسول ﷺ کی منزل آتی ہے اور دربار نبویؐ میں حاضری ہوتی ہے پھر شیخ کامل روحانی توجہ سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مراقبہ کراتا ہے۔ فنا فی الرسولؐ، فنا فی اللہ اور بقا باللہ سلوک کے وہ منازل ہیں کہ ہزاروں اللہ کے بندے ان کے حصول کے لئے کوشاں رہے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے رہے اور یہی آرزو لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ منازل ذکر لسانی سے حاصل نہیں ہوتے، شیخ کامل کی توجہ اور ذکر قلبی سے یہ مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ مراقبہ فنا بقا میں عجیب سی کیفیت ہوتی ہے، سالک کا وجود زمین پر ہوتا ہے اور روحانی طور پر یوں محسوس کرتا ہے کہ عرش بریں پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہے اور سبحان ربی الاعلیٰ اور سبحان ربی العظیم کہہ رہا ہے۔ عرش معلّٰی اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کا مہبط ہے وہ انوار و تجلیات سرخ سنہری معلوم ہوتے ہیں۔ کائنات کی کیفیت یوں محسوس ہوتی ہے کہ ہر چیز شجر، حجر، حیوان، ملائکہ سبحان ربی الاعلیٰ اور سبحان ربی العظیم پکار رہے ہیں۔ ایک گونج اٹھتی ہے اور سالک پر ہر چیز سے غفلت طاری ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد سالک المجذوبی کے منازل طے کرائے جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ سالک المجذوب اور مجذوب سالک میں بڑا فرق ہے۔ سالک المجذوب متبع شریعت ہوتا ہے اور مجذوب سالک باطنی قوئی کے جل جانے کی وجہ سے ظاہراً متبع شریعت نہیں ہوتا۔ اس سے کسی کو فیض نہیں مل سکتا کیونکہ وہ راستے سے واقف نہیں ہوتا۔ اس سے آگے سلوک کی منازل ماوراء الوراء ہیں گو باقی سلسلوں میں سالک المجذوب منتہی ہوتا ہے مگر ہمارے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں سالک المجذوب مبتدی ہوتا ہے۔ ولایت صغریٰ یعنی ولایت اولیاء کی انتہا مقام تسلیم ہے اس سے

آگے ولایت انبیاء علیہم السلام شروع ہوتی ہے جسے ولایت کبریٰ کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ولایت اولیاء کے منازل انتہا تک طے ہوسکتے ہیں اور کرائے جاسکتے ہیں مگر چونکہ اس کی انتہا عالم امر اور عالم حیرت میں جا کر ہوتی ہے اس لئے مدت درکار ہے اور ولایت انبیاء علیہم السلام کی انتہا نہ کسی ولی کو بتائی گئی ہے اور نہ معلوم ہوسکتی ہے۔

ولایت علیا جو ولایت انبیاء ہے ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جن کو اتباع شریعت ہو، احکام ظاہری کی بجا آوری میں ہرگز سستی نہ ہو، اتباع سنت میں قدم راسخ ہو، شریعت حقہ سے بے اتفاقی اور تصوف وسلوک کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں اور مناسبت باطنی یہ ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے قلوب منور ہیں اور ملائکہ کے وجود منور ہیں اسی طرح عارف کا باطن بھی منور ہو۔

بعض صوفیاء کرام کا خیال ہے جیسا کہ امام ربانی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت انبیاءؑ مقام رضا پر منتہی ہوتی ہے مگر مقام رضا کے آگے دائرہ کمالات نبوت، پھر دائرہ کمالات رسالت اور دائرہ کمالات اولوالعزمی ہیں اور اس پر تمام محققین کا اتفاق ہے کہ یہ دائرے مقام رضا کے بعد آتے ہیں، پھر مقام رضا کو انتہا کیونکر قرار دیا جائے۔ ان تمام دائروں کے مراقبات میں اصل مقصود مراقبہ ذات باری تعالیٰ کا ہے اور اس کی ذات کے فیض کا انتظار ہے، پس کمالات نبوت ورسالت اور کمالات اولوالعزمی کا منشاء وہی ذات ہے مگر باعتبار حیثیت کے یہ مراقبات اور ان کی یہ کیفیات بدلتی ہیں مثلاً اس حیثیت سے کہ وہ ذات منشاء ہے جمیع قربات یعنی عبودیت وغیرہ کا، یہ دائرہ حقیقت صلوٰۃ کا ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ذات تمام نقائص تمام احتیاجات اور تمام رذائل سے مبرا اور منزہ ہے۔ یہ دائرہ حقیقت صوم کا ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ وہ ذات منشاء ہے کتب سماوی کا اور ذات واسع، بے کیف و بے جہت ہے اس کو دائرہ حقیقت قرآن کہتے

ہیں۔ قرآن مجید ذات واسع بے کیف کا مظہر ہے۔ دائرہ حقیقت صوم کے علاوہ باقی تینوں دائرے حقیقت الٰہیہ ہیں اس کو سیر انی حقائق الٰہیہ کہا جاتا ہے۔ یہ تمام دائرے مقام رضا سے آگے ہیں ان کے بعد دائرہ قیومیت اور اس کے بعد دائرہ افرادیت، پھر دائرہ قطب وحدت اور اس کے بعد دائرہ وصدیقیت ہے جو سلوک کی انتہا ہے۔ مقام احدیت سے لے کر دائرہ اولوالعزمی تک نصف سلوک ہے اور باقی نصف اس کے بعد ہے۔

ولایت کی انتہائی منزل دائرہ وصدیقیت ہے اس سے آگے منازل سلوک خاص نبوت کی منازل ہیں کسی ولی اللہ کا ان منازل میں جانا ایسا ہے جیسا شاہی محل میں کسی مالی یا ماشکی یا خاکروب کا چلا جانا یا جیسے جنت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ غیر انبیاء بھی جائیں گے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ازواج مطہرات کا جانا ہے۔ ان منازل کی تفصیل یہ ہے۔

دائرہ قرب نبوت، قرب رسالت، قرب اولوالعزمی، قرب محمدیؐ، وصال محمدیؐ، قرب الٰہی، وصال الٰہی، رضائے الٰہی، قرب رحمت، بحر رحمت، خزانہ رحمت، منبع رحمت اور حجابات الوہیت، ان حجابات کے طے کرنے کے لئے عمر نوحؑ بھی ناکافی ہے حجابات کے بعد بھی غالباً اور منازل سلوک ہوں گے مگر ابھی تک علم نہیں ہوا، ممکن ہے اس گنہگار پر اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل فرما کر آگے منازل بھی طے کرا دے وہ قادر کریم ہے۔ اس کی رحمت سے کوئی بعید نہیں۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

ان منازل کو طے کرنے کے تین ہی طریقے ہیں:

اول: یہ کہ عارف کی تربیت روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمائے۔

دوم: یہ اتباع نبویؐ کے واسطے سے براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے فیض ملے۔

سوم: یہ جس کو رسول خداؐ یا فیض ربی سے براہ راست تربیت مل رہی ہو اس کی تربیت میں رہ کر کامل بن کر اس کی غیبی توجہ سے فیض حاصل کرے۔

اس دولت کا ملنا شیخ کامل کی صحبت اور القاء و انعکاس کے بغیر محال ہے ہم نے مقصد اور ذریعہ حصول مقصد کی نشاندہی کر دی ہے۔

چنیں یارے کہ یابی خاک اوشو　　　　اسیر حلقہ فتراک اوشو

ان مقامات و منازل کو طے کرنے کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

۱۔ شیخ کامل و اکمل اور صاحب تصرف ہو جو توجہ دے کر سالک کو اس راہ پر چلاتا جائے مگر اس کے لئے عرصہ تک دوام صحبت شیخ لازمی ہے۔ گاہے گاہے توجہ اور صحبت شیخ سے تو ولایت صغریٰ کے منازل طے ہوتے رہتے ہیں۔

۲۔ کسی کامل کی روح سے رابطہ پیدا ہو جائے لیکن یہ مبتدی کا کام نہیں البتہ منازل طے ہو جانے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کامل کے مزار پر جا کر اس کی روح سے رابطہ قائم کر کے فیض حاصل کرے اس کے لئے بھی مسلسل کافی عرصہ تک محنت کرنے کی ضرورت ہے جس طرح زندہ شیخ کی صورت میں مسلسل توجہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ قبر پر جانے کی بجائے روحانی رابطہ قائم کر کے فیض حاصل کرے۔ فیض سے مراد وہ روحانی تربیت ہے جو اہل اللہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ جہلا والا فیض نہیں کہ قبروں کا طواف کرتے رہیں قبروں پر سجدے کرتے رہیں یا نذرانے نذرانہ کرتے رہیں، اور انہیں حاجت روا یا مشکل کشا سمجھتے رہیں۔

۴۔ شیخ زبردست جذبے کا مالک ہو، مقناطیسی قوت رکھتا ہو۔ اس کے انوار میں اتنی طاقت ہو کہ سالک کی روح کو اپنے انوار کے ذریعہ کھینچ کر لے جائے اور توجہ غیبی سے روحانی طور

پر سالک کی تربیت کرے۔

۵۔ سالک اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان نسبت پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے سالک کو اس طرح فیض ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو براہ راست فیض ملتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا، مگر ولی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اتباع نبوی کا واسطہ ہوگا یعنی اسے یہ فیض بواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے گا اور حضورؐ کی جوتیوں کے صدقے یہ فیض حاصل کرے گا۔

آخری دو شعبوں میں جن دو حضرات کا ذکر کیا گیا ہے اس قسم کے آدمی صدیوں کے بعد کہیں پیدا ہوتے ہیں، جس طرح انبیاء علیہم السلام میں اولوالعزم رسول قلیل بلکہ اقل ہیں اولیاء اللہ میں ایسے آدمی بلند مناصب پر فائز ہوتے ہیں یہ غوث، قیوم، فرد یا قطب وحدت ہوتے ہیں۔ ان کے بلند مناصب کی وجہ سے ان کی توجہ اور فیض رسانی میں بڑا فرق ہے۔ قیوم کی ایک توجہ غوث کی سو توجہ کے برابر ہوتی ہے اور اسی طرح سے سلسلہ آگے چلتا ہے۔ قیوم، فرد اور قطب وحدت دراصل اولوالعزم رسولوں کے مناسب ہیں۔ ان تینوں کی شان اولیاء اللہ میں اس طرح ہوتی ہے جسطرح انبیاء کرام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

ان مناصب میں سب سے اونچا درجہ صدیقیت کا ہے اس کی ترتیب یوں ہے۔

غوث، قیوم، فرد، قطب وحدت اور صدیق۔ ان مناصب پر صحابہ کرام تو کافی تعداد میں تھے مگر بعد میں بہت ہی قلیل لوگوں کو یہ مناصب عطا ہوئے مگر خیال رہے کہ ان مناصب میں بظاہر مشابہت کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم پلہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ ان کی فضیلت نص سے ثابت ہے اور وہ شرف صحبت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پوری امت میں ممتاز ہیں۔

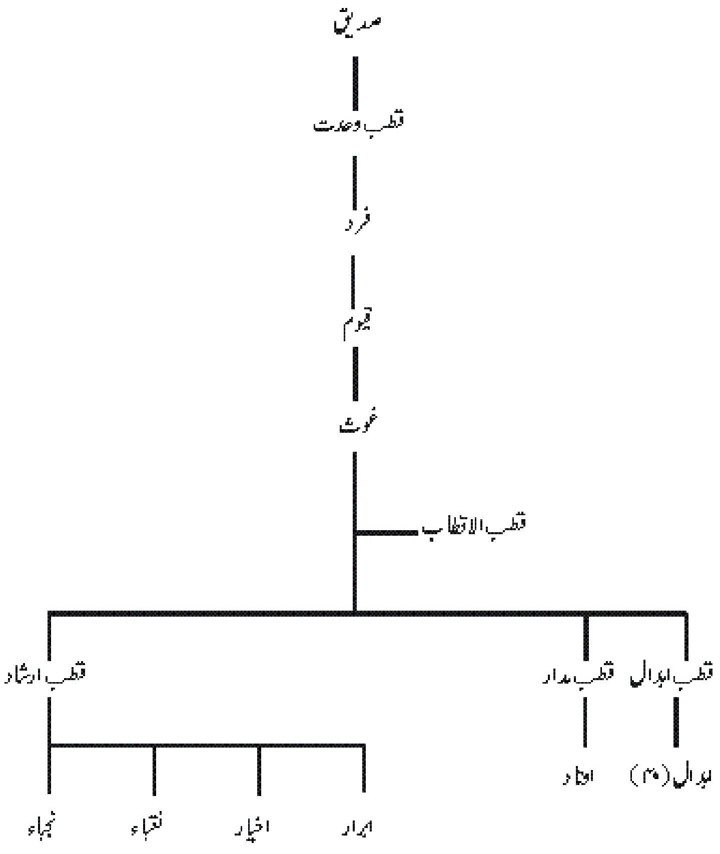
صدیق
قطب وحدت
فرد
قیوم
غوث
قطب الاقطاب
قطب ابدال
قطب مدار
قطب ارشاد
ابدال (۴۰)
اوتاد
ابرار
اخیار
نقباء
نجباء

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی بیعت:

ابتدائی منازل سلوک طے کرانے کے بعد ہمارے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی بیعت کرائی جاتی ہے۔ عملی طور پر بھی اس کے شواہد موجود ہیں۔ اولیائے سابقین اہل اللہ نے اللہ کے بندوں کا رابطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کروایا ہو۔ اور حضورؐ کے توسط سے اللہ تعالیٰ اور بندے کا باہمی تعلق استوار ہو گیا ہو۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

"تاج دین عطاء اللہ نے فرمایا کہ میرے شیخ عارف کامل ابوالعباس المرسیؒ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا"۔

اسی طرح عارف علی وفاؒ نے فرمایا۔

"میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روبرو دیکھا پھر آپؐ نے میرے ساتھ معانقہ فرمایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمت بیان کیا کر"۔

نیز: "از شیخ ابوالمسعود آوردہ کہ مصافحہ می کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بعد ہر نماز"۔

اور آخر میں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی تفصیل سنئے:

"چوں ایں معرفت جلیلہ بخاطرم جا گرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کناں سر از جیب مراقبہ بیروں آوردند و دردست خویش برداشتند و اشارت فرمودند بر بیعت و مصافحہ، ایں فقیر برخاست وزانو بزانو متصل ساخت و دو دست خود میاں دو دست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہادہ بیعت کردو بعد از فراغ از بیعت چشم فرد بستند الخ"۔

"جب یہ معرفت میرے دل میں جاگزیں ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے مراقبہ سے سر مبارک اٹھایا اور اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے میری طرف

مصافحہ اور بیعت کا اشارہ فرمایا یہ فقیر اٹھا اپنے زانو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں کے ساتھ ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کے درمیان رکھے اور بیعت کی، بیعت لینے سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند فرمالیں"۔

سلسلہ اویسیہ:

روح سے فیض حاصل کرنے کو اصطلاح میں اویسی طریقہ کہتے ہیں اس سے مراد یہ نہیں کہ یہ سلسلہ حضرت اویس قرنیؒ سے ملتا ہے بلکہ اویسیہ سے مراد مطلق روح سے فیض حاصل کرنا ہے چونکہ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض دونوں صورتیں ہوتی ہیں، اس لئے سلسلہ اویسیہ کی بھی دونوں خصوصیات ہیں اس اصطلاح کو حضرت اویس قرنیؒ سے اگر کوئی نسبت ہو سکتی ہے تو شاید اس بناء پر کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل نہیں کی تھی بلکہ حضورؐ کی روح پر فتوح سے فیض حاصل کیا تھا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ پہلے اویسی تھے۔

روحانی تربیت روح کا معاملہ ہے اور روح سے اخذ فیض یا اجرائے فیض کا انحصار بدن کے اتصال پر نہیں اس کی مثالیں صوفیائے کرام میں جا بجا ملتی ہیں مثلاً ابوالحسن خرقانیؒ کو حضرت بایزید بسطامیؒ سے روحانی فیض بھی ملا، اجازت تربیت بھی ملی اور آپ کے خلیفہ مجاز بنے حالانکہ بایزید بسطامیؒ ان سے قریباً ایک سو سال پہلے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے اپنے شیخ حضرت بایزید بسطامیؒ کا نہ تو زمانہ پایا نہ ان کی صحبت میں رہے نہ ان سے ظاہری طور پر تربیت و اجازت ملی تو پھر اس کی صورت اس کے بغیر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کی روح سے فیض اور خرقہ حاصل کیا۔

ہمارے سلسلہ کا نام نقشبندیہ اویسیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے شاگردوں

کی تربیت نقشبندیہ طریقہ کے مطابق کرتا ہوں اور میں نے اپنے محبوب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اخذ فیض اور اجازت لی ہے۔ میرے اور میرے شیخ مکرم کے درمیان کوئی ۴۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ میں نے اسی اویسی طریقہ سے اپنے محبوب شیخ کی روح سے فیض بھی حاصل کیا۔ خلافت بھی ملی اور بحمد اللہ میرے محبوب شیخ کا فیض اس وقت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ (ہمعات ص ۸۶) سلسلہ اویسیہ کی خصوصیات کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

"ایں فقیر را آگاہ کردہ اند کہ طریقہ جیلانیہ بمنزلہء جوئے است کہ مسافتے بر زمیں می رود و مسافتے دیگر در زمین مستزمی گرد و در مسام زمین نفوذ می کند بعد ازاں بوضع چشمہ باز ظاہر می شود و مسافتے بر روئے زمین می رودثم ہکذا ہکذا۔ و تسلسل خرقہ دریں سلسلہ اگر متصل است را تسلسل اخذ نسبت دریں طریقہ متصل نیست یک بار سلسلہ ظاہر میشود بعد ازاں مفقود می گردد، باز بطریق اویسیہ از باطن کسے ظہور می نماید ایں طریقہ بحقیقت ہمہ اویسیہ است و متوسلاں ایں طریق در روحانیاں علو و مہابتے دارند۔ واما القادریتہفقریبتہ من الاویسیۃ الروحانیہ"۔

خلاصہ یہ ہے کہ جیسے پانی زیر زمیں موجود ہوتا ہے کسی وقت چشمہ کی صورت میں باہر ابل پڑتا ہے اور زمین کو سیراب کرتا ہے اسی طرح حقیقی تصوف وسلوک بھی کبھی کبھی غائب ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو پیدا کرتا ہے اور اس کی ذات کے واسطے سے تصوف وسلوک کا چشمہ

ابل پڑتا ہے اور ایک مخلوق کے قلب کو سیراب کرتا ہے۔ اس وجہ سے سلسلہ اویسیہ ظاہر میں متصل نہیں ہوتا مگر حقیقت میں وہ متصل ہوتا ہے جو لوگ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض سے واقف نہیں ہوتے وہ بیچارے اس اتصال کی حقیقت کو کیسے سمجھ سکتے ہیں اور اخذت العزۃ بالاثم کے تحت جاہلانہ اعتراض کے بغیر کچھ کر نہیں پاتے۔

حضرت امام الہندؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ زود اثر سلسلہ اویسیہ ہے کیونکہ روحانی سلسلہ ہے پھر قادریہ ہے۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سلسلہ اویسیہ کے متوسلین بڑی عظمت اور ہیبت کے مالک ہوتے ہیں۔ ہمعات ص ۲۳ پر فرماتے ہیں۔ بسا است کہ اویسی عالم ارواح است اجمالاً۔ یعنی سلسلہ اویسیہ عالم ارواح ہے۔

ہمعات ص ۲۱ پر فرماتے ہیں:

"حاصل کلام ایں است کہ یک خانوادہ میان مشائخ عظام اویسی است کہ اکثر بزرگان دریں خانوادہ بودند و سردار سلسلہ ایشاں خواجہ اویس قرنیؓ است کہ بحسب باطنی ازسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تربیت یافتہ پس حضرت شیخ بدیع الدین ہم اویسی است کہ درباطن تربیت از روحانیت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یافتہ است و از کبار مشائخ ہندوستان است"۔

"مشائخ عظام میں ایک سلسلہ اویسیہ بھی ہے جس کے سردار خواجہ اویس قرنیؓ ہیں ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر فیض حاصل ہوا اور شیخ بدیع الدین کو بھی حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر فیض ملا اور وہ ہندوستان کے مشائخ کبار میں سے ہیں"۔

معلوم ہوا کہ:

۱۔ اویسی وہ ہوتا ہے جسے کسی ولی اللہ کی روح سے فیض حاصل ہوا ہے۔

۲۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ اس سلسلہ اویسیہ کے طریقے سے فیض لیتے رہے ہیں۔

۳۔ اس سلسلہ والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیض لیتے ہیں۔

اس سلسلہ کے متعلق اصل بات جو نہ جاننے والوں یا نادانوں کو کھٹکتی ہے وہ یہ کہ کیا روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو جاننے والوں پر اعتماد کر و یا اس بحر میں خود اتر کر دیکھو۔ دوسری صورت تو وہی اختیار کر سکتا ہے جس میں طلب اور خلوص ہو، البتہ پہلی صورت میں مشائخ اور علمائے حق کی توضیحات سے یہ بات ظاہر ہے کہ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض صرف ممکن ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے ملاحظہ ہو عقائد علمائے دیو بند۔ بجواب سوال نمبر ۱۱

"واما الاستفادة من روحانية المشائخ الاجلة و وصول الفيض الباطنية من صدورهم او قبورهم صحيح على الطريقة المعروفة في اصلها وخواصها لا بما شائع في العوام"۔

"بہر حال مشائخ سے روحانی فیض حاصل کرنا اور فیض باطنی کا پہنچنا ان کے سینوں سے یا ان کی قبروں سے صحیح ہے۔ اس مشہور و معروف طریقے سے جو ان اولیاء و صوفیہ میں مروج ہے اور خاص خاص بندوں کو حاصل ہوتا ہے وہ طریقہ نہیں جو عوام میں مروج ہے"۔

روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ اس کا طالب ہے تو صلائے عام ہے طلب اور خلوص لے کر آ جائے اور ممکن اور محال میں تمیز کر لے ورنہ صرف باتوں سے وہ

حاصل نہیں ہوتا جو عملی طور پر کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

لباس فہم بر بالائے او تنگ	سمند وہم در صحرائے او لنگ
نہ چندی گنجد آنجا و نہ چونی	فرو بند لب از کم در فزونی

امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے واضح ہے کہ سلسلہ اویسیہ میں روح سے اخذ فیض ہوتا ہے اور اس کے لئے اتصال ظاہری شرط نہیں ہاں اتصال نسبت ضرور ہوتا ہے۔ یہی نسبت اویسیہ ہوتی ہے۔

آدابِ شیخ:

التصوف کلہ ادب، ولکل وقت ادب، ولکل حال ادب، ولکل مقام ادب، ومن یلزم الادب یبلغ مبلغ الرجال ومن حرم الادب فھو بعید من اللہ ومردودہ۔ (عوارف المعارف جلد ۲:۱۶)

۱۔ اپنے قلب کا رخ شیخ کی طرف ہو، خیالات اور نگاہ کو آوارہ ہونے سے بچائے۔

۲۔ جو سالک سلوک کی اعلیٰ منازل میں جا رہے ہوں وہ اپنی آخری منزل پر توجہ کر کے بیٹھیں کہ شیخ کے سینے سے فیض انعکاسی طور پر انہیں پہنچ رہا ہے۔

۳۔ جو سالک لطائف کر رہے ہوں انہیں اپنے لطائف پر خیال رکھ کر بیٹھنا چاہیے سالک اپنے قلب کا رابطہ شیخ کے ساتھ جوڑ کے بیٹھا رہے۔

۴۔ اگر شیخ کا حکم نصوص کے خلاف نہ ہو تو علت دریافت کئے بغیر شاگرد کو تعمیل کرنی چاہیے بعض اوقات شاگرد کے ذہن میں وہ علت نہیں جو شیخ کے ذہن میں ہوتی ہے۔

۵۔ شیخ کے خط کی تعظیم: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط ہرقل روم کے نام بھیجا۔ باوجود عیسائی ہونے کے چونکہ وہ آداب الانبیاء سے واقف تھا اس نے اس خط کی حفاظت اور تعظیم کی وصیت کی۔ اہل اللہ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کی

تعظیم وحفاظت کی وجہ سے اس کی مادی حکومت محفوظ رہی اسی طرح شیخ کے خط کی حفاظت اور تعظیم سے سالک کی روحانی حکومت محفوظ رہتی ہے۔

۶۔ شیخ کی ملاقات کے لئے شاگرد باہر سے آئے تو اس کے لئے آیت ولو انہم صبروا حتیٰ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے یہ سبق ملتا ہے کہ شیخ کے گھر کا دروازہ نہ کھٹکھٹانا شروع کر دے بلکہ اس وقت تک انتظار کرے جب شیخ اپنے معمول کے مطابق باہر ملاقات کے لئے نکلے ہاں اگر کوئی ضروری امر پیش آجائے تو اندر اطلاع کرا دے پھر بھی آوازیں نہ دینے لگے نہ تقاضا کرے۔

۷۔ سالک کو اپنے شیخ سے جس قسم کا قلبی تعلق ہوتا ہے اس میں اگر معمولی سا فرق بھی آجائے تو حصول فیض میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

۸۔ شیخ جب سالک کو توجہ دینے لگتا ہے تو جہاں رحمت باری تعالیٰ شیخ کی طرف متوجہ ہوتی ہے وہاں رضائے باری تعالیٰ بھی شیخ سے وابستہ ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں شیخ کے واسطے سے سالک کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ سالک خواہ کتنے بلند منازل طے کر جائے اس کی باگ دوڑ شیخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

۹۔ طالب کے دل میں شیخ سے پوری عقیدت ہو اور وہ پوری استقامت سے اس پر جما رہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اسے "توحید مطلب" کہتے ہیں۔

۱۰۔ شیخ سے غلط بیانی نہ کرے بات صاف صاف کرے۔

۱۱۔ شیخ کے ساتھ خیانت کا برتاؤ نہ کرے حتیٰ کہ شیخ کے کلام، راز اور اسرار کے معاملے میں بھی امانت کا ثبوت دے۔

۱۲۔ جو کچھ اپنی ذات کے لئے محبوب جانتا ہے شیخ کی ذات کے لئے بھی محبوب جانے۔

۱۳۔ شیخ کی بات کو غور سے سنے اور اس پر دل سے کاربند ہو شیخ کی مجلس میں شیخ کی بات

سننے کی نیت سے جائے اپنی بات سنانے کا شوق نہ لے کر جائے۔

۱۴۔ شیخ سے اس بات کا مطالبہ یا تقاضہ نہ کرے کہ اسے اگلے منازل سلوک میں ترقی دی جائے۔

۱۵۔ طالب صادق کو چاہیئے کہ جو منازل سلوک طے ہوئے ہیں ان کی حفاظت کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے اللہ اپنے وعدے کے مطابق اور عطا کرے گا۔

۱۶۔ شیخ کی مجلس میں بیٹھے تو شیخ کے چہرے کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھے، بلکہ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو کر ذکر قلبی میں مشغول رہے یا اپنے منازل کی نگہداشت کرے۔

۱۷۔ شیخ سے کوئی بات پوچھے تو سیکھنے کی غرض سے طالب علمانہ انداز سے پوچھے۔ اعتراض کے طور پر کوئی سوال نہ کرے کیونکہ شیخ پر اعتراض مانع فیض ہے۔

۱۸۔ چلتے وقت شیخ کے آگے نہ چلے۔

۱۹۔ شیخ کی عدم موجودگی میں شیخ کے مقرر کردہ خلیفہ (مجاز طریقت) کا احترام اسی طرح کرے جس طرح شیخ کا احترام کرتا ہے اس میں کوتاہی نہ کرے۔

۲۰۔ شیخ کے پاس مدعی بن کر نہ جائے اپنے کمالات کا اظہار نہ کرتا رہے۔

ارشادات شیخ مکرم مدظلہ العالی

۱۔ فرمایا: قرآن وحدیث میں جہاں ذکر قلب ہوتا ہے اور قلب کے احکام کا ذکر ہوتا ہے وہ احکام روح کے ہوتے ہیں اس گوشت پوست کے جسم کے احکام نہیں ہوتے در حقیقت قلب ایک لطیفہ ربانی ہے جو کلام نفسی کو سنتا ہے اسی طرح روح اور ملائکہ کے کلام میں حروف وآواز نہیں کہ مادی کان اسے سن لیں۔

۲۔ فرمایا: ایمان کے تین پہلو ہیں (۱) تصدیق قلبی (۲) زبان سے اقرار اور (۳) برأۃ عن جمیع الادیان۔

۳۔ احکام شرعی دو قسم کے ہیں اول وہ جو مدار نجات ہیں جن کے متعلق باز پرس ہوگی دوم وہ جو مدار ترقی درجات ہیں۔ قسم اول کی پھر تین قسمیں ہیں (۱) صحیح عقائد جس عقیدہ کی تعلیم نبی کریمؐ نے صحابہ کرامؓ کو دی وہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ (۲) عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حرام وحلال وغیرہ (۳) تمسک سواد اعظم اور ربط۔ قیامت میں ان تینوں کے متعلق باز پرس ہوگی۔

قسم دوم میں تصلیات، ذکر اذکار تزکیہ نفس کے لئے ریاضات وغیرہ۔

۴۔ اخذ فیض کے لئے نسبت اور ربط بالشیخ شرط ہے ورنہ حصول فیض محال ہے۔

۵۔ تصوف وسلوک اسی حقیقت کا دوسرا نام ہے جس کو حدیث کی اصطلاح میں احسان کہا جاتا ہے جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاء جبریل یعلمکم دینکم واضح فرمادیا کہ یہ دین کا جزو ہے۔ کوئی شے زائد نہیں نہ دین سے خارج ہے۔

۶۔ حیات النبیؐ، روح سے اخذ فیض، کرامات اولیاء، علمائے دیوبند، کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

..................☆..................

۱۔ کوئی ولی اللہ خواہ روحانی تربیت کے کتنے بلند درجہ پر پہنچ جائے وہ شریعت کے احکام کا مکلف ہے۔

۲۔ بڑے سے بڑا ولی اللہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کے درجہ کو نہیں پاسکتا۔

۳۔ کرامات اولیاء اللہ برحق ہیں۔ جب کوئی شخص اتباع سنت کے ساتھ اللہ کی عبادت

کرتا ہے۔خلاف شرع امور سے بچتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا متبع ہے تو یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی بیٹا ہے۔ روحانی میراث اسی کو ملتی ہے اور کرامت جو فرع ہے معجزہ کی، دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے جو کرامت کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلف الرشید کو منتقل ہوتی ہے۔

۴۔ کسی ولی اللہ کو خواب یا بیداری میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جائے جو عوام کے بس کی نہ ہو اور خرق عادت ہو تو اس کے معلوم ہونے کا ذریعہ کشف یا الہام ہوتا ہے۔

۵۔ ولی اللہ کا کشف یا الہام اگر شریعت کے مطابق ہو تو قبول ورنہ مردود۔

۶۔ کشف والہام ولی شرعی دلائل سے نہیں۔ان سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔یہ مثبت احکام نہیں ہاں مظہر اسرار احکام شرعی ہیں۔

۷۔ مکاشفات والہامات، اعمال صالحہ کا ثمرہ اور پھل ہیں اور یہ مقصود نہیں، مقصود بالذات صرف رضائے الٰہی اور محبت الٰہی ہے، یہی تصوف وسلوک کا خلاصہ ہے۔ کشف والہام اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم عطا فرمایا ہو کیونکہ قلب سلیم کے باطنی حواس بیدار ہوتے ہیں اور قلب ان کے ذریعہ علوم باطنی کا ادراک کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے انسان ظاہری حواس سے ظاہری علوم کا اکتساب کرتا ہے، گویا کشف والہام کے لئے دو شرائط ہیں ایک وہبی یعنی قلب سلیم کا ہونا ایک کسبی یعنی اتباع شریعت، جس شخص میں یہ دونوں شرائط پائی جائیں گی اسے الہام خیر اور القائے رحمانی سے نوازا جائے گا جس کا عقیدہ خراب، عمل ناقص اور اخلاص نایاب ہو اسے کیسے اتنی بڑی نعمت کا مستحق قرار دیا جائے گا؟

جیسا کہ کشف کے لئے ایک وہبی چیز یعنی قلب سلیم کا ہونا پہلی شرط ہے۔ اسی طرح کشف کی صحت کا ایک وہبی معیار وجدان صحیح ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ انسانی معدہ مکھی کا وجود

قبول نہیں کرتا اسی طرح قلب سلیم القائے شیطانی سے بے چینی محسوس کرتا ہے اور اسے رد کرتا ہے۔

ہر کشف والہام کو کتاب وسنت کے سامنے پیش کیا جائے گا اگر وہ وحی قطعی سے متصادم ہے تو مردود ہے اور اگر کتاب وسنت کے مطابق ہے تو صاحب کشف کو یقین رکھنا چاہئے کہ یہ منجانب اللہ ہے۔

جس امر کی شریعت نے نفی کردی وہ منفی ہے اس جس کا اثبات کردیا وہ مثبت ہے۔ اور جس امر سے شریعت نے سلوک کیا وہ نفی اور اثبات دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ پس کشف والہام سے ان دونوں امور میں سے جو چیز ثابت ہوگی وہ حق ہوگی البتہ وہ کشف والہام مردود ہوگا جو شریعت کے منفی کو مثبت بنادے اور مثبت شریعت کو منفی قرار دے۔

حصول علم کے سلسلہ میں کشف صحیح اور الہام والقائے ربانی کا انکار دین کے متواترات کا انکار ہے۔

.... اولیاء اللہ کی ارواح سے اور ان کی قبور سے فیض حاصل کرنا اہلسنت والجماعت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق سوال کرنا مذہب اہلسنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ رہا بعد دارین کا اشکال تو یہ بُعد جسم کے لئے ہے، روح کے لئے نہیں ہے۔

.... حیات روح کی حقیقت یہ ہے کہ روح کی حیات نور سے ہے جس طرح روح محرک بدن انسانی ہے اسی طرح نور محرک روح ہے۔ روح کے بدن سے جدا ہونے سے تصرف وتدبیر کا تعلق بدن سے ختم ہوجاتا ہے۔ اس جدائی کو موت سے تعبیر کرتے ہیں روح فانی نہیں اس کی فنا آنی ہے، اور بقا زمانی ہے۔

کل نفس ذائقه الموت کی حقیقت بھی سمجھ لیں۔ قانون ہے کہ ذائق مذوق

کے بعد زندہ رہتا ہے، جیسے انسان ذائق ہے اور روٹی مذوق۔ روٹی کھائی گئی انسان زندہ موجود ہے اسی طرح روح ذائق ہے اور موت مذوق ہے اس لئے موت کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔

> تمام شریعت کا خلاصہ اجمال یہ ہے کہ مال اور اولاد سے تعلق حفاظت کا ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق عبادت اور اطاعت کا ہو۔ جو شخص قرآن مجید اور حدیث شریف میں غور کرے سینکڑوں آیات اور احادیث سے ان کا مامور من اللہ ہونا پائے گا اور غیر سے قلبی انقطاع کا ثبوت ملے گا۔

.... مشاہدات، مکالمات اور مکاشفات کا حاصل ہونا یا جمادات اور ارواح سے کلام کر لینا، کمال کی چیز نہیں۔ اصل کمال قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کا حصول مقصود ہے۔ صوفی کامل کے لئے ضروری ہے کہ مشاہدات وغیرہ تمام چیزوں سے صرف نظر کرتا ہوا اپنی منزل مقصود یعنی قرب الٰہی کی طرف بڑھتا چلا جائے اور یہ مقصد شیخ کامل کی رہبری سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحبؒ کے تجویز کردہ وظائف

(ماخوذ المرشد ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ ص ۲۳)

(۱) کثرت سے لا الہ الا اللہ کا پڑھنا۔ (۲) رات سونے سے قبل بیس (۲۰) بار لا الہ الا اللہ ضرور پڑھیں اور سورۃ اخلاص پڑھیں ۲۰ بار۔ (۳) استغفار کم از کم ایک تسبیح۔ (۴) حضورؐ پر کثرت سے درود بھیجیں۔ (۵) تنگ دستی کی دوری کے لئے تمام جماعت کو اجازت

اول آخر درود شریف اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پانچ تسبیح پڑھیں۔ انشاءاللہ کچھ مدت کے بعد یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔

(ماخوذ از مشعل راہ ا ص ۱۰)

نفی اثبات زیادہ پڑھیں۔ آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا لیا کریں۔ دوم کثرت سے درود شریف ہو، سوم استغفار دو تسبیح روزانہ۔

وفات شدہ کے لئے

۷۰ ہزار بار کلمہ طیبہ یا ایک لاکھ بار کلمہ طیبہ انشاءاللہ تخفیف ہوگی۔ تنگی سے راحت کیلئے ان لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین ہر تنگی سے راحت کے لئے کثرت سے درود شریف کا پڑھنا، دماغی حافظہ کیلئے ہر نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ (۱۱) بار یا حافظ۔ بصارت کیلئے: وکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید ہر نماز کے بعد گیارہ (۱۱) مرتبہ پڑھ کر انگلیوں پر پھونک کر آنکھوں پر ملیں۔ عام دم کیلئے ہر بیماری کیلئے سلام قولاً من رب رحیم تین (۳) بار۔ سورۃ فاتحہ تین (۳) بار اول آخر درود شریف وما محمد الا رسول تین (۳) بار۔ نصیحت۔ فرائض کی پابندی۔ سنت نبویؐ کی پیروی۔ حرام سے بچنا۔ حلال کی طلب کرنا۔ جھوٹ سے بچنا۔ زبان کی حفاظت۔ پیٹ کو حرام سے بچانا۔

فقط مولوی اللہ یار خاں مرحوم